خدائی جماعتوں کے خلاف ہمیشہ ہی ایذا رسانی کے مختلف طریقے استعمال کئے جاتے ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰؍نومبر ۱۹۷۲ء بمقام مسجد اقصیٰ۔ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:-

فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ (آل عمران: ۱۴۷، ۱۴۸)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

ان آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمیشہ سے ہی ایسا ہوتا چلا آیا ہے کہ جو لوگ انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں شامل ہوتے ہیں۔ منکرین اور مخالفین انہیں دُکھ دینے اور ایذا پہنچانے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ قرآن کریم میں اِس ایذا رسانی اور دُکھ دہی کے متعلق بڑی تفصیل اور وضاحت سے بیان ہوا ہے کہ جماعت مومنین کو زبان سے بھی دُکھ پہنچایا جائے گا اور ہاتھ سے بھی تکلیف دینے کی کوشش کی جائے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ایک جگہ مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:-

اِنۡ یَّثۡقَفُوۡکُمۡ یَکُوۡنُوۡا لَکُمۡ اَعۡدَآءً وَّ یَبۡسُطُوۡۤا اِلَیۡکُمۡ اَیۡدِیَہُمۡ وَ اَلۡسِنَتَہُمۡ بِالسُّوۡٓءِ وَ وَدُّوۡا لَوۡ تَکۡفُرُوۡنَ ؕ﴿۳﴾ (الممتحنة: ۲)

یعنی اگر وہ تم پر کبھی قابو پالیں اور اُن کو موقع ملے تو وہ تمہاری تباہی کے لئے اپنے ہاتھ بھی استعمال کریں گے اور زبانیں بھی استعمال کریں گے۔

پھر ایک دوسری جگہ فرمایا:۔

وَ لَتَسۡمَعُنَّ مِنَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ وَ مِنَ الَّذِیۡنَ اَشۡرَکُوۡۤا اَذًی کَثِیۡرًا ؕ

(اٰل عمران: ۱۸۷)

فرمایا تم اہل کتاب سے بھی اور مشرکوں سے بھی کثرت سے ایذا پہنچانے والی اور دُکھ دینے والی باتیں سُنو گے۔

جہاں تک زبان سے دُکھ پہنچانے کا تعلق ہے، یہ بنیادی طور پر دو قسم کا ہوتا ہے۔ایک یہ کہ گندہ دہنی سے کام لینا یعنی گالیاں دینا اور دُوسرے یہ کہ افتراء کرتے ہوئے جھوٹے اتہام لگانا۔ اِس بارہ میں جب ہم انبیاء کی تاریخ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ شیطان نے دُکھ اور افتراء کا سب سے بڑا ہدف ہمارے سیّد و مولا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنایا۔ آپ کی زندگی میں منکرین اسلام نے آپ کو جو دُکھ اور ایذاء پہنچائے تاریخ کے صفحات ان سے بھرے پڑے ہیں۔آپ کے وصال کے بعد مخالفینِ اسلام کی طرف سے آپ کے خلاف گندے اتہامات اور جھوٹے اعتراضات کا سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور آپ کے مشن پر تین ہزار سے زائد اعتراضات صرف عیسائیوں کی طرف سے عائد کئے گئے۔آپ نے عیسائیوں اور آریوں وغیرہ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی جانے والی گالیوں اور اعتراضات کو ایک جگہ اکٹھا کر دیا ہے تاکہ جب مہدیٔ معہود کا مشن اور مقصد کامیاب ہو جائے اور معترضین کا وجود کہیں بھی نظر نہ آئے تو بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے یہ امر باعث یادگار رہو کہ ایک زمانہ وہ بھی تھا جب اس قسم کے دُکھ دِہ حالات تھے۔گو اب تو وہ زمانہ بدل گیا عیسائیت کے مقابلہ میں اسلام کو روز بروز ترقی حاصل ہو رہی ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے

پہلے اسلام پر ادیان باطلہ کے حملے ہو رہے تھے۔ ایذا رسانی اور گالیوں کا ایک سلسلہ تھا جو ہمارے محبوب اور ہمارے آقا (خدا تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں اور صلوات ہوں آپ پر) کے خلاف جاری تھا۔ اب یہی ایذاء رسانی اور گالیاں ہیں جنہیں حضرت مسیح موعود مہدی معہود علیہ السلام کے خلاف سُنتے ہیں۔ بعض لوگ بڑے فخر سے گندہ دہنی کرتے اور اپنے سروں کو اُونچا کرتے ہیں۔ وہ نہیں سمجھتے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ اسلام تو وہ حسین مذہب ہے جس نے انسان کی چھوٹی سے چھوٹی تکلیف کو دُور کرنے کی نصیحت کی ہے۔ چنانچہ بانیٔ اسلام حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک چھوٹی سی نیکی إِمَاطَةُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِيْقِ (سنن نسائی، کتاب الایمان، باب ذکر شعب الایمان) بھی ہے۔ فرمایا تم راستے میں پڑی ہوئی ایذاء پہنچانے والی چیزوں کو ہٹا دو تا کہ ان سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے مگر اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ بعض لوگ راستوں پر چلتے ہیں تو دُوسروں کو ایذاء پہنچانے والی باتوں سے فضا کو مکدّر کر دیتے ہیں اور اسی طرح اپنے عمل سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی روشنی میں انہیں چھوٹی سے چھوٹی نیکی کرنے کی بھی توفیق نہیں ہے۔

جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں ایذاء پہنچانے کا دوسرا حصہ دجل سے تعلق رکھتا ہے۔ جس میں عیسائیت نے بڑی مہارت حاصل کر رکھی ہے۔ عیسائیت نے تاریخی واقعات اور حقائق کو توڑ مروڑ کر اسلام کے خلاف اتنا دجل کیا ہے اور اسلام کی ایک ایسی بھیانک شکل پیش کی ہے اور اسلام اور بانیٔ اسلام حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ایسا زہر پھیلا دیا ہے کہ جس سے بہت سے جاہل اور نادان آدمی اثر قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ پس ایک طرف تو گالیاں ہیں جو اسلام کے خلاف ہمیں سُننی پڑتی ہیں اور دُوسری طرف افتراء پردازی اور دجل ہے جو ہمارے کانوں میں پڑتا ہے۔ اسلام کے خلاف یہ دونوں حربے استعمال کئے جاتے ہیں۔ عیسائی اور بعض دوسری مخالف قومیں اسلام کو اتنا بدل دیتی ہیں کہ جو لوگ اصل حقیقت کو نہیں جانتے وہ فوراً متاثر ہو جاتے ہیں۔ اُن کے تصور میں بھی نہیں آ سکتا کہ یہ کس قسم کا دجل ہے جو محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے خدا، قرآن کریم اور اسلام کے خلاف لوگوں نے استعمال کیا ہے۔

غرض یہ دو بڑی بڑی ایذاء رسانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور ان کی جماعتوں کو زبان اور تحریر کے ذریعہ پہنچائی جاتی ہیں۔ یہ دکھ دہی کے دو حربے ہیں جو الٰہی جماعتوں کے خلاف استعمال کئے جاتے ہیں چنانچہ ان کا سب سے زیادہ استعمال اس محسنِ انسانیت کے خلاف رونما ہوا جو افضل الرسل تھا اور ابدی صداقتوں پر مشتمل ایک عظیم ہدایت لے کر بنی نوع انسان کی طرف مبعوث ہوا تھا۔ جس نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ اس میں یعنی قرآن کریم میں تمہاری عزت اور شرف کا سامان ہے۔ پس یہ امر بڑا حیران کن ہے کہ بعض لوگ اس چیز سے بے اعتنائی برت رہے ہیں اور اس کی طرف توجہ نہیں کرتے جو اُن کے لئے عزت اور شرف کا سامان بہم پہنچاتی ہے۔

علاوہ ازیں جہاں تک مال و جان کا تعلق ہے اس سلسلہ میں بھی دُکھ پہنچایا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک وقت میں مخالفین اسلام نے میان سے تلوار نکال لی اور کہا ہم مسلمانوں کو ذبح کر دیں گے، قتل کر دیں گے ہلاک کر دیں گے مار دیں گے برباد کر دیں گے اور اسلام کا خاتمہ کر دیں گے۔ گو جس غرض کے لئے تلوار نکالی گئی تھی وہ تو پوری نہ ہوئی اور نہ ہوسکتی تھی لیکن اُن حالات میں تلوار کے میان سے باہر آجانے سے اسلام کے خلاف تلوار کو ہاتھ میں پکڑنے والوں کی نیتوں کا تو پتہ لگ گیا کہ وہ کیا چاہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ ممتحنہ کی مذکورہ آیت میں فرمایا ہے کہ مخالفین کو جب بھی موقع ملے، وہ اپنے ہاتھ بڑھا بڑھا کر تمہاری ہلاکت کے سامان پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اموال کو لوٹتے بھی ہیں ان کو جلاتے بھی ہیں اور ان کو تباہ بھی کرتے ہیں ایسے لوگ بڑے نادان ہیں جو نہیں سمجھتے کہ ایک عظیم تحریک جو اس زمانے میں غلبۂ اسلام کے لئے جاری کی گئی ہے (اور اس زمانہ سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا زمانہ ہے) اُسے بعض لوگوں کے بچگانہ افعال اور طفلانہ اور جاہلانہ اعمال کیسے روک دیں گے یا اس میں کمزوری پیدا کر دیں گے۔ یہ تو ان کی سراسر نادانی ہے۔ تاہم جس کے وہ دوست بن گئے ہیں وہ ان کو یہی سکھاتا ہے کہ دوسروں کے اموال لوٹ لو، جلا دو اور تباہ و برباد کر دو۔ پچھلے سال چیچہ وطنی میں چوہدری نذیر احمد صاحب باجوہ کے مکان کو جب آگ لگا دی گئی تو چند دن بعد کچھ دوست

میرے پاس آئے اور کہنے لگے یہ کیا ہو گیا؟ میں نے کہا۔ کیا ہو گیا ہے۔ جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ ایک واقعہ تھا جو چند دن میں گذر گیا۔ ہمیں خدا تعالیٰ ان چند دنوں میں ہی کہیں سے کہیں لے گیا ہے۔ پس میں نے ان سے کہا کہ ایک مکان کا تباہ ہو جانا کیا جماعت احمدیہ کو ناکام کر دے گا؟ جو آدمی ایسا سمجھتا ہے وہ نادان ہے اور جیسا کہ میں آگے چل کر بتاؤں گا۔ ہمیں اس پر رحم آتا ہے۔ اُس پر غصہ نہیں آتا اور نہ آنا چاہئے۔

دوستوں کو علم ہو چکا ہوگا کہ ایبٹ آباد میں جماعت کی جو کوٹھیاں تھیں۔ کچھ بن چکی تھیں اور کچھ بن رہی تھیں۔ جن میں ایک دو میری ذاتی بھی تھیں۔ پچھلے مہینے ان کو جلانے کی کوشش کی گئی جس کے نتیجہ میں (ہمارا اندازہ ہے کہ) بیس پچیس ہزار روپے کا نقصان ہوا ہے۔ کئی دوستوں نے مجھے بڑے غصے کے خط لکھے ہیں۔ میں نے ان کو یہی سمجھایا ہے کہ دیکھو! مالی لحاظ سے بیس پچیس ہزار روپے کا نقصان پہنچا کر اگر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کو ناکام اور ہلاک کر دیں گے تو یہ ان کی بھول ہے۔ اب تو خدا کے فضل سے وہ وقت آ گیا ہے کہ جماعت کے اندر ایسے افراد بھی پائے جاتے ہیں کہ اگر کسی ایک فرد کی ایسی پچاس کوٹھیاں جلا دی جائیں تو اس کو محسوس بھی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے خزانے تو بھرے ہوئے ہیں۔ اس نے جماعت احمدیہ کو مال بھی عطا فرمایا ہے۔ پس ایک ایسا آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے مالی قربانی کی توفیق عطا کی ہو اُس کے پچاسویں حصے کو نقصان پہنچا کر اگر لوگ یہ سمجھتے ہوں کہ جماعت احمدیہ کو ناکام کر دیں گے تو ان کی حالت واقعی قابل رحم ہے۔

غرض دوستوں کو یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کی رو سے یہ چیزیں ہمارے ساتھ بھی لگی ہوئی ہیں۔ الٰہی سلسلوں کے ساتھ مخالفین کا یہ سلوک کوئی نئی بات نہیں۔ تاہم ایسے موقعہ پر خوف اس بات کا نہیں ہوا کرتا کہ مخالفین کی یہ حرکتیں جماعت کو ناکام کر دیں گی بلکہ یہ خوف ہوتا ہے کہ کہیں جماعت کا ردّعمل اللہ کی رضا اور اس کی منشاء کے خلاف ظاہر نہ ہو۔ مَیں نے شروع میں جو دو آیات تلاوت کی ہیں ان میں سے پہلی آیت میں تین قسم کے خوف اور دوسری آیت میں ان کے علاج کی طرف توجہ دلائی گئی ہے فرمایا اللہ تعالیٰ کی راہ میں تمہیں دُکھ اور تکلیف پہنچے گی مگر تمہارا یہ کام ہے کہ تم اپنے اندر وھن، ضعف اور

استکانت پیدا نہ ہونے دو۔ مَیں سمجھتا ہوں یہ آیت ایک لحاظ سے ہمارے لئے خوشخبری کا باعث بھی ہے کہ ہمیں مالی نقصان بھی پہنچایا جائے گا، جذباتی اور روحانی نقصان بھی پہنچانے کی بھی کوشش کی جائے گی۔ لیکن یہ نقصان ہمیں اس لئے نہیں پہنچایا جائے گا کہ ہم تباہ وبرباد ہو جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے ہمیں مارنے کے لئے پیدا نہیں کیا بلکہ ہمیں زندہ رکھنے اور اور ہمارے ذریعہ دوسروں کو زندہ کرنے کے لئے پیدا کیا ہے تاہم بشری کمزوریوں کی وجہ سے ایسے موقع پر تین قسم کے ردعمل ممکن ہیں جن سے بچنے کی ضرورت ہے۔

پہلا وَھْنٌ ہے یعنی مفوضہ فرائض میں سستی کا پیدا ہو جانا اللہ تعالیٰ انبیاء اور ان کی جماعتوں کے متعلق فرماتا ہے۔

فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یعنی وہ اس تکلیف کی وجہ سے جو انہیں اللہ کی راہ میں پہنچتی ہے۔ سست نہیں ہوتے۔ وھن کے معنے ضُعْفٌ فِي الْاَمْرِ وَالْعَمَلِ (المنجد زیر لفظ وَھَنَ) کے بھی ہوتے ہیں۔ ایک اجتماعی کوشش کے سلسلہ میں جو کام سپرد ہوا ہے اس میں کمزوری پیدا نہ ہو۔ ضُعْفٌ فِي الْاَمْرِ دراصل ضُعْفٌ فِي الْعَمَلِ کی بنیاد ہے۔ عمل میں جب قوت اور شدت پیدا ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ امر میں قوت اور شدت موجود ہے یعنی اس میں ایک قسم کا جھکاؤ، دلچسپی، بشاشت اور ایثار کا جذبہ پایا جاتا ہے جماعت احمدیہ اسی روحانی بشاشت، شوقِ عمل اور جذبۂ ایثار کا ایک حقیقی نمونہ ہے۔ خدا تعالیٰ نے اسے اس لئے قائم کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اسلام کو ساری دُنیا میں غالب کرے۔ پس یہ وہ عظیم مقصد ہے جس کے مطابق ہم عمل کریں گے اور انشاء اللہ اسلام کو ساری دُنیا پر غالب کر کے دم لیں گے۔

غرض یہ جذبہ برقرار رہنا چاہئے یعنی دنیا خواہ اِدھر سے ادھر ہو جائے یا ساری دنیا مل کر ہماری تباہی کے سامان پیدا کرنے کی کوشش کرے مگر ہم اس کی کوئی پرواہ نہیں کریں گے کیونکہ اس جذبہ میں جب کمزوری واقع ہو جائے اور اس کے نتیجہ میں انسان اپنے عمل میں سست پڑ جائے تو اس کو وَھْنٌ کہتے ہیں یعنی مایوسی اور شبہ کے آثار پیدا ہو جائیں کہ پتہ نہیں اللہ تعالیٰ کے وعدے پورے بھی ہوں گے یا نہیں پتہ کیسے نہیں! اگر وہ خدا تعالیٰ کے وعدے ہیں تو ضرور

پورے ہوں گے۔

پس یہ ایک خطرہ ہے جو لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کی رو سے پیدا ہوسکتا ہے تاہم یہ خطرہ پیدا نہیں ہوتا کہ خدا کی جماعت ہلاک ہو جائے گی۔ ہلاکت تو درکنار اگر وھن، ضعف اور استکانت کی وجہ سے جماعت کا ایک حصہ چھوڑ بھی دے تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔

الٰہی مقصد و منشاء بہرحال پورا ہوگا۔ خدا تعالیٰ ایک نئی قوم لے آئے گا جو صحیح طور پر قربانیاں دینے والی ہوگی۔ جسے اپنے مقصد سے پیار اور اس کی عظمت کا احساس ہوگا۔ جو خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال سے لرزاں و ترساں رہے گی۔ وہ دُنیا کی ایذاء رسانی اور دُکھ دہی کی کوئی پرواہ نہیں کرے گی۔

غرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جماعت الٰہیہ کو اس خطرہ سے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہئے اور ان کے اندر وھن نہیں پیدا ہونا چاہئے کیونکہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ وھن دراصل مومن کے جوش عمل اور جذبۂ جہاد میں کمزوری کی علامت ہے الٰہی جماعتوں کے اندر تو یہ جوش پایا جاتا ہے کہ ان کے ذمہ دین کا جو اہم کام ہے اسے انہوں نے بہرحال پورا کرنا اور خدا کے فضل اور اسی کی مہربانی سے اس میں کامیاب ہونا ہے۔ اسی لئے مومنین کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس جوش اور جذبہ میں کسی وقت کمی نہ آئے اور اس میں ضعف پیدا نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک جگہ وھن کے معنے بڑے حسین پیرایہ میں بیان فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ (النسآء : ۱۰۵)

فرمایا تم دشمن قوم کی تلاش میں سستی نہ کرو۔ اب دشمن کی تلاش میں سستی کرنا۔ یہ ضعف فی العمل کی ایک شکل ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے کام میں ضعف نہیں پیدا ہونا چاہئے ورنہ رابطہ قائم نہیں رہے گا۔ فوج والوں نے ایک بڑا اچھا محاورہ ایجاد کیا ہے جب دشمن دو بدو لڑائی چھوڑ کر پیچھے ہٹ جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں دشمن سے CONTACT (کانٹیکٹ) یعنی تعلق نہ رہا یعنی جب لڑائی ہو رہی ہوتی ہے تو گویا لڑتے وقت دونوں فوجوں کا آپس میں ایک تعلق قائم ہوتا ہے لیکن جب کوئی شخص عین میدانِ جنگ سے کھسک جاتا ہے تو ایسی صورت میں

کہتے ہیں اس کا دشمن سے تعلق (کانٹیکٹ) نہیں رہا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دشمن اگر تمہیں نقصان پہنچا کر اتنا دور ہو جائے کہ تمہاری گرفت سے نکل جائے تو پھر ابتغاء القوم کے اس الٰہی ارشاد کی رُو سے اس کا پیچھا کرنا چاہئے ورنہ تمہاری یہ حالت وھن یعنی سستی کہلائے گی۔ اس لئے تمہیں اپنے دشمن سے کانٹیکٹ قائم رکھنا چاہئے۔ اس کی تلاش کرنی چاہئے۔ جہاں بھی ہو اور جس محاذ پر وہ جائے وہاں تک اس کا پیچھا کرنا چاہئے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ محاذ تلوار اور ایٹمی اسلحہ کا محاذ نہیں ہے۔ ہماری اصل جنگ ادیان باطلہ کے خلاف ہے جو قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں دلائل کے ساتھ لڑی جارہی ہے (اسے جہادِ کبیر کہتے ہیں اس کی کچھ تفصیل میں پہلے ایک خطبہ جمعہ میں بیان کر چکا ہوں) پس یہ وہ اصل محاذ ہے جس پر ڈٹ جانا چاہئے میں نے دیکھا ہے اور میرا ذاتی تجربہ بھی یہی ہے کہ بعض لوگ تبلیغ کرتے وقت ایک غلطی کر جاتے ہیں اور وہ یہ کہ مثلاً وہ اپنے مخالف کو ایک دلیل دیتے ہیں جب وہ لاجواب ہو جاتا ہے تو حقیقت کو تسلیم کرنے کی بجائے بات کو ٹالنے کی کوشش کرتا ہے وہ یہ کہتا ہے کہ واقعی دلیل تو آپ کی بڑی پختہ ہے اور میرے پاس اس کا جواب نہیں ہے بلکہ وہ یہ کہتا ہے کہ اس کے متعلق بعد میں بات کریں گے اور پھر جھٹ اپنی طرف سے ایک اور بحث چھیڑ دیتا ہے چنانچہ اس کا یہ رویہ کانٹیکٹ توڑنے کے مترادف ہے گویا ایک محاذ پر جب بھرپور جارحانہ حملہ ہوتا ہے تو وہ کہہ دیتا ہے کہ نہیں دوسرا محاذ لے لو آخر دلیل بھی تو ایک محاذ ہی ہے۔ ہر دلیل ایک محاذ قائم کرتی ہے میں نے اپنے طالب علمی کے زمانہ میں جب بھی کسی دوسرے لڑکے سے بات کی یا کوئی دلیل دی اور اس نے لاجواب ہو کہ کہہ دیا کہ بعد میں بات کروں گا۔ تو میں کہہ دیتا تھا کہ نہیں پہلے اس کا فیصلہ ہوگا پھر بعد میں دوسری طرف بھی جائیں گے۔

غرض میں بتا یہ رہا ہوں کہ ایسے موقعوں پر احباب جماعت کو یہ کہنا چاہئے کہ ہم دلیل ضرور دیں گے لیکن ہم کانٹیکٹ نہیں توڑنے دیں گے۔ زیر بحث دلیل کا پہلے فیصلہ ہوگا بعد میں دوسری دلیل لیں گے۔ بعض لوگ یہ کانٹیکٹ توڑ دیتے ہیں جس کے نتیجہ میں اگر کوئی فائدہ ہو رہا ہوتا ہے تو وہ بھی نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں مدّ مقابل سے یہ کہلوا لینا چاہئے کہ وہ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ اس دلیل کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں ہے اور وہ دوسری دلیل معلوم

کرنا چاہتا ہے پھر اس کے ساتھ بحث کرنی چاہیئے۔ ورنہ جب کانٹیکٹ ٹوٹ جائے تو اس کو ازسرنو قائم نہ کرنا اس کو بھی قرآن کریم میں وھن کہا گیا ہے۔فرمایا:-

وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ دشمن جب بچ کر اِدھر اُدھر ہو جاتا ہے تو اس کی تلاش میں سستی نہ دکھاؤ۔ بلکہ اسکے ساتھ کانٹیکٹ قائم رکھو یہ نہ سمجھو کہ تم تھوڑے ہو۔

اسلام کی پہلی جنگ بدر میں کچھ صحابہ شہید ہو گئے تھے۔ وہ تو پہلے ہی تھوڑے سے تھے مگر کیا ان میں کوئی کمزوری پیدا ہو گئی تھی نہیں ہرگز نہیں۔ اسی طرح ہم پہلے بھی کمزور تھے اب بھی کمزور ہیں جہاں تک ہمارا تعلق ہے لیکن پہلے بھی طاقتور تھے اور اب بھی طاقتور ہیں جہاں تک ہمارے اللہ اور اس کے فضل کا تعلق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ عظیم قدرتوں اور طاقتوں کا مالک ہے۔ اس کی طاقت اور قدرت میں تو کوئی فرق نہیں آیا اور نہ آ سکتا ہے۔

اسلامی تاریخ اللہ تعالیٰ کی نصرت کے حسین واقعات سے بھری پڑی ہے۔ ہماری تاریخ میں ایسے حسین نظارے دکھائی دیتے ہیں کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے میں نے پہلے بھی کئی دفعہ بتایا ہے کہ کسریٰ ایران کے خلاف جنگ میں حضرت خالدؓ بن ولید کے پاس غالباً چودہ ہزار فوج تھی۔ وہ اتنی تھوڑی سی فوج کے ساتھ کسریٰ کے خلاف مدافعانہ جنگ لڑنے کے لئے ایران کی حدود میں داخل ہوئے تھے جہاں انہیں ایک جنگ کے بعد دوسری جنگ لڑنی پڑی۔ چنانچہ وہ کسریٰ کے خلاف سات آٹھ جنگیں لڑ چکے تھے کہ خلافت کی طرف سے انہیں حکم ملا کہ وہ شام کی طرف چلے جائیں کیونکہ قیصر روم کا مقابلہ زیادہ اہمیت کا حامل ہو گیا تھا اور اس محاذ پر فوج کی کمی بھی تھی۔ بہر حال یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اندازہ تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دیتا تھا۔ چنانچہ ایران میں کسریٰ کے خلاف حضرت خالدؓ نے سات آٹھ جنگیں لڑی تھیں اور تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ ان جنگوں کے دوران میں ہر جنگ کے موقع پر کسریٰ کی ایک تازہ دم فوج مقابلے پر آئی جس کی تعداد ایک دو جنگوں میں تو چالیس ہزار بتائی جاتی ہے اور پانچ چھ جنگوں میں ساٹھ ستر ہزار فوج مقابلے پر ہوتی تھی۔ اس عرصہ میں حضرت خالدؓ بن ولید کی فوج کو سوائے ایک آدمی کی کمک کے کوئی کمک نہیں ملی یعنی صرف ایک فردِ واحد کمک کے طور پر ان کے پاس آیا گویا ساٹھ ستر ہزار کی ایرانی فوج کے مقابلے میں چودہ ہزار مسلمان لڑتے اور ان

پر کامیابی حاصل کرتے رہے۔

بہرحال مسلمانوں کی فوج صرف چودہ ہزار تھی جن میں سے بعض خدا کی راہ میں شہید بھی ہو گئے۔ بعض زخمی بھی ہوئے اور بعض تو اس قسم کے زخمی ہوتے تھے کہ اگلی جنگ میں حصہ نہیں لے سکتے تھے۔ بعض ایسے بھی تھے جو اگلی جنگ میں اپنی پوری جسمانی طاقت کے ساتھ حصہ نہیں لے سکتے تھے۔ یہ سب کچھ تھا مگر انہوں نے اپنے عمل میں کوئی کمزوری پیدا نہیں ہونے دی۔ ایک اجتماعی جہاد تھا جس میں امت محمدیہ کی چودہ ہزار نمائندہ فوج کسریٰ کے مقابلہ میں مدافعانہ جنگ لڑ رہی تھی مگر نہ اُن میں کوئی وھن پیدا ہوا اور نہ ان میں کوئی کمزوری پیدا ہوئی ان مٹھی بھر مسلمانوں میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ ہمارے اتنے آدمی مارے گئے۔ ہماری طاقت کم ہوگئی ہے۔ ہمارے اتنے آدمی زخمی ہو گئے ہیں اور وہ جنگ میں حصہ نہیں لے سکتے۔ غرض ان میں سے کسی آدمی کے منہ سے ایک لفظ تک نہیں نکلا بلکہ جو زخمی تھے وہ اپنے ایثار کے جذبہ کے ماتحت اور اللہ تعالیٰ کے پیار کے حصول کے لئے زخمی ہونے کے باوجود اور زخمی ہونے کی وجہ سے کمزور ہونے کے باوجود میدان جنگ میں آ گئے۔ اور اس طرح انہوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا کہ تعداد کی کمی اور بعض کے زخمی ہونے کے باوجود اُن کے عمل میں کوئی ضعف نہیں پیدا ہوا بلکہ پہلی جنگ میں تو وہ بہت تھوڑے تھے اور ان کے مقابلے میں کسریٰ کی فوج کے سپاہی ہر جنگ میں بڑھتے چلے گئے اور یہ کم ہوتے چلے گئے۔

پس لِمَآ اَصَابَھُمۡ فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ کی رو سے مسلمانوں کی فوج کو خدا کی راہ میں شہادت اور تھوڑے بہت زخموں کے نتیجہ میں جو دُکھ اور تکلیف پہنچی اور دنیا والوں کی نگاہ میں کمزوری پیدا ہوئی وہ خدا کے ان پاک اور محبوب بندوں کی نگاہ میں کمزوری نہیں ثابت ہوئی ان میں نہ وَهۡنٌ فِي الۡاَمۡرِ کا کوئی شائبہ نظر آتا ہے اور نہ وَهۡنٌ فِی الۡعَمَلِ کی کوئی مثال ملتی ہے۔ وہ اسی جرأت کے ساتھ اسی بہادری کے ساتھ خدا تعالیٰ پر اسی توکل کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو اسی طرح جذب کرتے ہوئے اگلے میدان میں چلے گئے۔ پھر اگلے میدان میں چلے گئے اور پھر اس سے اگلے میدان میں چلے گئے۔

پھر لِمَآ اَصَابَھُمۡ کی رُو سے دوسری کمزوری جس کا خطرہ پیدا ہوتا ہے وہ ضعف کا پیدا

ہونا ہے۔ غصے کی زیادتی کے نتیجے میں بھی ضعف پیدا ہو جاتا ہے ضعف کا لفظ یہاں اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس کا مَیں نے اگلی آیت سے استدلال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہیں خدا کی راہ میں جو دکھ اور تکلیفیں پہنچتی ہیں اور تمہارے دل میں غصہ پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے تمہارے اندر ایک قسم کا ضعف پیدا ہو جاتا ہے مگر اس کے باوجود تم نے کسی پر زیادتی نہیں کرنی اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے

گالیاں سُن کر دعا دو

(درثمین صفحہ ۱۴۴)

جو شخص گالیاں سن کر دعا دینے کی بجائے گالیاں دیتا ہے وہ اپنے مجاہدانہ عمل میں ضعف پیدا کرتا ہے کیونکہ اس کی توجہ دوسری طرف پھر جاتی ہے پھر آپ نے فرمایا:-

پا کے دکھ آرام دو

(درثمین صفحہ ۱۴۴)

جو شخص دُکھ پاتا لیکن دُکھ سہتا نہیں بلکہ جوابی کارروائی کرتا ہے اور کہتا ہے مَیں تیری خبر لیتا ہوں، تم نے ایک چپیڑ لگائی ہے میں تجھے دو لگاؤں گا، اس سے ضعف پیدا ہو گیا کیونکہ اس نے زیادتی کی ہے حالانکہ اس کا اصل مقصد صراط مستقیم کو اختیار کرنا ہے۔ مگر ایک نے دائیں طرف توجہ پھیر لی اور دوسرے نے بائیں طرف پھیر لی اس لحاظ سے ضعف کا بڑا خطرہ ہے یعنی زیادتی ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے پاک اور محبوب بندے اس قسم کے ضعف میں مبتلا نہیں ہوتے وہ اپنا کام جاری رکھتے ہیں۔ تیسرا خطرہ استکانت کا ہے کچھ کمزور لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے متعلق یہ خطرہ ہوتا ہے کہ وہ کہیں تذلل نہ اختیار کر لیں اور دشمن کا اثر قبول کر کے اس کے پیچھے نہ لگ جائیں مگر وہ جماعت جسے خدا تعالیٰ نے دُنیا کا قائد بنایا ہو اُسے نہ تو دشمن سے ڈرنا اور نہ اس کے پیچھے لگنا چاہئے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ خطرے بتا کر ان کے علاج کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔

چنانچہ قرآن کریم کی اس دوسری آیت میں جس کی میں نے تلاوت کی ہے ان خطروں سے بچنے کی دُعا سکھائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا منکرین اور مخالفین کے منہ سے تمہارے

خلاف جو بات نکلتی ہے اس کے مقابلہ میں تمہارے منہ سے یہ دُعا نکلنی چاہئے۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا۔ یعنی انسان کمزور ہے دُنیوی معیار کے لحاظ سے اور فاتح بھی ہے اللہ کے فضلوں کے نتیجہ میں وہ گھر بھی جاتا ہے۔ ہر قسم کی مصیبتوں اور تکلیفوں میں، دُشمن اُسے ذہنی، جسمانی اور مالی لحاظ سے نقصان پہنچاتا ہے لیکن وہ اس نقصان کو برداشت کر لیتا ہے اُس سہارے کی وجہ سے جو اسے حاصل ہے یہ سہارا کیا ہے ایک رسی ہے جو آسمان سے لٹکی ہوتی ہے۔ یہ حَبْلُ اللّٰہ ہے۔ جسے وہ پکڑتا ہے اور دُعا کرتا ہے اس کے خلاف ہر قسم کے گند اچھالے جاتے ہیں مگر اس کے دل میں نہ کوئی شکوہ اور نہ کوئی شکایت پیدا ہوتی ہے نہ گھبراہٹ میں باتیں ہوتی ہیں اور نہ مشورے ہوتے ہیں کہ کیا ہوگا اور کیا نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کو پتہ ہے کہ کیا ہونا ہے۔ وہی ہونا ہے جو خدا تعالیٰ چاہے گا۔ اس کے منہ سے ان سارے دُکھ دہ حالات میں کچھ فرق نہیں نکلتا سوائے اس دُعا کے رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا اے ہمارے رب! ہماری کوتاہیوں کو معاف فرما۔ ہمارے اندر وھن پیدا نہ ہو کیونکہ وھن پیدا ہو جانے کا جو خطرہ ہے اس کا تعلق کوتاہیوں کے ساتھ ہے۔ بشر کمزور ہے جو کچھ اسے کرنا چاہئے وہ نہیں کر سکتا کیونکہ بعض دفعہ شیطان اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیتا ہے اور اس پردہ کو سوائے خدا تعالیٰ کی رحمت کے اور کوئی اُٹھا نہیں سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مغفرت کے حقیقی معنوں پر بڑے حسین پیرایہ میں روشنی ڈالی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ وہ خطرات جو بشری کمزوریوں سے تعلق رکھتے ہیں ان کے متعلق یہ دُعا کرتے رہنا چاہئے کہ اے خدا! میں انسان ہوں، بہرحال کمزور ہوں، ایسا نہ ہو کہ میری بشری کمزوریاں میری روحانی رفعتوں کے حصول میں روک بن جائیں۔ پس اے خدا! ایسا کر کہ مجھ سے کوتاہیاں سرزد نہ ہوں۔ پس وھن کا تعلق چونکہ کوتاہیوں سے تھا۔ اس لئے یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ اگر تم وھن سے بچنا چاہتے ہو تو تمہیں اپنی کوشش اور سعی کے نتیجہ میں تکبر نہیں کرنا چاہئے۔ اپنے ایثار اور اخلاص کی وجہ سے غرور نہیں کرنا چاہئے۔ وھن سے بچنے کے لئے تمہیں اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرنی پڑے گی اور اس مدد کے حصول کے لئے ہم تمہیں یہ دعا سکھا دیتے ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اپنے زور سے وھن سے نہیں بچ سکتے۔ میری مدد سے بچ

سکتے ہو اور میری مدد کے حصول کے لئے تمہیں یہ دعا کرتے رہنا چاہئے رَبَّنَا اغۡفِرۡلَنَا ذُنُوۡبَنَا کہ اے خدا! ہم سے جو کوتاہیاں سرزد ہو گئی ہیں اُن کے بد اثرات سے بھی ہمیں بچا اور ہمارے لئے ایسے سامان پیدا کر کہ ہمارے اندر بشری کمزوریوں کی وجہ سے جو کوتاہیاں پیدا ہو سکتی ہیں وہ بھی پیدا نہ ہوں۔ اگر تم یہ دعا کرو گے اور اللہ تعالیٰ جب اس دُعا کو قبول فرمائے گا تو تمہارے اندر وھن یعنی کمزوری پیدا نہیں ہوگی۔

دوسرا خطرہ ضعف کے پیدا ہو جانے کا ہے یعنی ضعف کے نتیجہ میں زیادتیاں نہ ہونے لگ جائیں۔ اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے یہ دعا سکھائی وَاِسۡرَافَنَا فِیۡۤ اَمۡرِنَا کہ اے ہمارے خدا! ہماری زیادتیاں معاف فرما میں نے بتایا کہ ضعف کی حالت میں مومن انسان بعض دفعہ زیادتی کا مرتکب ہو جاتا ہے مثلاً دیکھو ایذا کے مقابلے میں دُعا نہیں دیتا یا دُکھ پا کر سُکھ پہنچانے کی کوشش نہیں کرتا بلکہ دُکھ کے مقابلے میں دُکھ پہنچاتا اور گالی کے مقابلے میں گالی دیتا ہے۔ پس خدا کا بندہ جب اس قسم کے کام کرتا ہے تو یہ اس کی زیادتی متصور ہوتی ہے۔ چنانچہ اس زیادتی سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دُعا سکھائی اور فرمایا کہ تم ہمیشہ یہ دُعا کرتے رہو۔ وَاِسۡرَافَنَا فِیۡۤ اَمۡرِنَا ہمیں اس جدوجہد میں، اس مجاہدہ میں اور اس عظیم کوشش میں جو تیرے دین کے غلبہ کے لئے شروع کی گئی ہے۔ اس میں ہمیں اس بات سے بچا کہ ہم اسراف کے گناہ میں ملوث ہو جائیں۔

تیسرا خطرہ استکانت یعنی دشمن کے سامنے تذلل اختیار کرنا اور اس کا اثر قبول کر کے اس کے پیچھے لگنے کا خطرہ ہے۔ یہ کمزوریٔ ایمان کی علامت ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق قرآن کریم نے تفصیل سے بتایا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جی ہم نے انتظام کر لیا ہے ہم مسلمانوں کے ساتھ بھی ہیں اور منافقوں کے ساتھ بھی ہیں۔ ہم نے کفار منکرین اور دشمنان اسلام سے بھی ساز باز کی ہوئی ہے اور ہر ایک سے کہتے ہیں کہ اگر تم کامیاب ہو گئے تو ہم تمہارے پیچھے چل پڑیں گے۔ میں اس کی تفصیل میں تو اس وقت نہیں جا سکتا۔ اصولاً بتا رہا ہوں کہ اس گناہ اور کمزوری سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم یہ دُعا کرتے رہا کرو وَثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا کہ اے خدا ہمارے قدموں کو مضبوطی عطا فرما۔ فرمایا تمہیں اپنی کوششوں سے ثباتِ قدم حاصل نہیں ہو سکتا۔ اللہ کے

فضل سے حاصل ہوسکتا ہے اس لئے تم یہ دعا کرتے رہا کرو کہ ہمارے قدموں میں مضبوطی عطا ہو۔

پس جب ان کمزوریوں کا خدشہ باقی نہ رہے اور ابتغاء القوم کی قوت ہو اُن سے، کانٹیکٹ کرنے اور جنگ کرنے کے لحاظ سے اور پھر زیادتی بھی نہ ہو بلکہ صبر سے کام لیتے ہوئے انسان گالی کے مقابلے میں دعائیں کرنے والا اور دُکھ سہنے کے مقابلے میں سکھ پہنچانے کی تدبیر کرنے والا بن جائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کے نتیجہ میں خود کو دشمن کے سامنے ذلیل کر کے اس کی اطاعت قبول کرنے کی بجائے اس کے قول اور عمل میں ثباتِ قدم ہو۔ اللہ کے فضل اور رحمت کے نتیجہ میں وہ جس جگہ کھڑا ہو وہاں اس کے پاؤں میں کوئی لغزش نہ آئے تو وہ دشمنوں کے مقابلے میں کھڑا ہو جائے اور ان کی کوئی پرواہ نہ کرے اور کہے تم تعداد میں زیادہ ہو تو ہوا کرو۔ تمہارے پاس اموال زیادہ ہیں تو ہوا کریں۔ اس سے میرے جذبۂ ایمان اور شوقِ عمل میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تو خدا کا سپاہی ہوں جہاں کھڑا ہوں اس سے پیچھے نہیں ہٹوں گا بلکہ آگے بڑھوں گا کیونکہ میں اس جماعت سے تعلق رکھتا ہوں جسے آگے بڑھنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ پس مومن کے عمل میں ثباتِ قدم ہوتا ہے۔ اس کے پاؤں میں کوئی لغزش نہیں آتی۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جاتے ہیں لیکن مومن کے قدم اپنی جگہ سے ٹلا نہیں کرتے۔ مومن پیچھے نہیں ہٹا کرتا وہ اپنے مقصد کے حصول میں آگے سے آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔

جب یہ سب کچھ ہو جائے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دیکھو تم ان خطرات سے بچنے کی دعا کے ساتھ ساتھ یہ دعا بھی کرتے رہا کرو وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ کہ اے خدا! کافر لوگوں کے خلاف ہماری مدد فرما۔ میں پہلے بھی اشارہ کر چکا ہوں کہ ان تینوں خطرات کے بعد ایک چوتھا خطرہ بھی پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ہے تکبر پیدا ہونے کا خطرہ یعنی انسان نے سب کچھ حاصل کیا اللہ کے فضل اور اس کے حضور عاجزانہ اور متضرعانہ دعاؤں کے نتیجہ میں مگر کامیابی کے وقت شیطان آ گیا اور اس نے کہہ دیا تم نے یہ کامیابی اپنی کوشش اپنی ہمت اور اپنی طاقت سے حاصل کی ہے۔ چنانچہ ایسی صورت میں باوجود پہلی دعاؤں کی قبولیت کے یہ خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں پھر ناکامی اور ہلاکت کے سامان پیدا نہ ہو جائیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان دعاؤں کے بعد اور میرے فضلوں کو حاصل کرنے کے بعد یہ دعا بھی کیا کرو

وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ کہ اے خدا! کافروں کے مقابلہ میں، دشمنان اسلام کے مقابلے میں ہمیں فتح تیری نصرت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔ ہمیں یہ فتح ہماری کسی قوت، کسی طاقت اور ہمارے ثباتِ قدم یا کسی اخلاص یا ایثار کے نتیجہ میں نہیں مل سکتی۔ اس لئے اے خدا! تو خود ہماری مدد کو آ اور ہمارے اور اپنے دشمنوں کو ان کے منصوبوں میں ناکام کر۔

چنانچہ جب خدا کا بندہ یہ دعا بھی کرتا ہے تو پھر وہ شیطان کے ہر قسم کے وسوسوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اس کا خاتمہ بالخیر ہو جاتا ہے۔ جب سب کچھ مل گیا تو پھر کس بات کا ڈر ہے۔ جب انسان شیطان کو شکست دے دیتا ہے تو پھر اسے شیطان کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا جس شخص کا سر اُٹھتا ہی نہیں اور جس کا سر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکا ہی رہتا ہے اس کی گردن تک شیطان کا وار کیسے پہنچ سکتا ہے وہ تو محفوظ ہو جاتا ہے۔ ہماری جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے دعائیں کرنے والی اور اسی کی حفاظت میں ہے۔ تاہم کبھی کبھی یاد دہانی کرانی پڑتی ہے کیونکہ مخالف غیر بھی ہیں اور اپنے بھی ہیں۔ جو ہمارے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ ایسے لوگوں کو بڑا غصہ آتا ہے کہ کیوں یہ جماعت خدا کے فضل سے اسلام کے عالمگیر غلبہ کے لئے ایک کامیاب جدوجہد اور ایک نہایت فاتحانہ قسم کا مجاہدہ کر رہی ہے۔

پس ہمیں غصہ نہیں آنا چاہئے۔ ہمارے مخالفین ہمیں جتنی چاہیں تکلیفیں دیں اور دُکھ پہنچائیں ہاتھ سے بھی اور زبان سے بھی افتراء پردازی سے بھی اور دجل سے بھی کام لیتے ہوئے جیسا کہ عیسائی لوگ کرتے ہیں۔ ہمارے اموال کو تلف کر کے، انہیں لوٹ کر اور انہیں جلانے کی کوشش کر کے یا ہماری جانوں کو نقصان پہنچا کر جو مرضی آئے وہ کریں۔ ہوگا وہی جو خدا چاہے گا اور خدا نے یہ چاہا ہے کہ احمدیت ہمیشہ غالب رہے گی اسی کے فضل اور اسی کی توفیق سے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۶ ردسمبر ۱۹۷۲ء صفحہ ۲ تا ۶)

❋❋❋